اہل کتاب ومشرکین کی متابعت سے انتباہ پر

کتاب اللہ کی دلالت

۱۔ سورۃ جاثیہ کی آیات:

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِيْ إِسْرَاءِيْلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاء هُمُ الْعِلْمُ بَغْياً بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاء الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً وإِنَّ الظَّالِمِيْنَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ. (الجاثیۃ ۱۶۔۱۹)

اِس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ اُن کو ہم نے عمدہ سامانِ زیست سے نوازا اور، دنیا بھر کے لوگوں پر اُنہیں فضیلت عطا کی اور دین کے معاملہ میں اُنہیں واضح ہدایات دے دیں پھر جو اختلاف اُن کے مابین رونما ہوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آجانے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے، اللہ قیامت کے روز اُن معاملات کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

اس کے بعد اب اے نبیؐ! ہم نے تم کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہِ (شریعت) پر قائم کیا ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے"۔

(ترجمہ مودودی)

یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دی جانے والی دین و دنیا کی نعمتوں کا ذکر فرما دینے کے بعد اُن کے انحراف کا حال بتایا؛ یعنی علم آ جانے کے بعد دین میں اختلاف کرنا اور اس کا سبب اُن کی آپس کی دھینگا مشتی۔

پھر فرمایا کہ اب اُس نے محمد ﷺ کو شاہراہِ شریعت پر قائم کیا ہے۔ اِس راستہ میں؛ آپ ﷺ کو

- ایک حکم دیا اور وہ یہ کہ: بس اسی کی پیروی کرنی ہے: فَاتَّبِعۡهَا
- اور ایک خبر دار رہنے کی بات بتادی: نادانوں کی اھواء و خواہشات کی پیروی سے بچنا ہے: وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَاءَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

- الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡن "نادانوں" میں وہ سب لوگ آتے ہیں جو شرعِ محمد ﷺ کی مخالفت کریں۔
- اور اُن کی اھواء: ان کے نفوس کی خواہشات اور فرمائشیں، اُن کا نمایاں طریقہ اور ہیئت جس پر وہ مشرکین لوگ پائے جاتے ہیں، یا اس کی ذیل میں آنے والی اشیاء، جو کہ اُن کے دینِ باطل کے موجبات ہیں یا اس سے بر آمد ہونے والی اشیاء۔
- اور اس میں اُن سے موافقت اختیار کر لینے سے مراد ہے: اُن کے نفوس کی اُن خواہشات اور فرمائشوں کو پورا کر بیٹھنا۔

چنانچہ تم ہمیشہ دیکھو گے کہ جب بھی مسلمان کسی چیز میں کافروں کی موافقت یا مشابہت کریں وہ خوشی سے بے حال ہونے لگتے ہیں۔ مسلمان اُن کے پیچھے لگے نظر آئیں، اس کے لیے وہ آسمان سے تارے بھی توڑ لائیں تو گویا کم ہے! یہی وجہ ہے کہ تم شریعت کا عمومی رجحان یہ پاؤ گے کہ اہل کتاب کی موافقت کی اجازت دینا تو در کنار، اُن کی مخالفت کروانا ہی کسی ایک لمحہ کے لیے شارع کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُن کی مخالفت کروا دینے سے اُن کی امیدوں پر جو پانی پڑتا ہے اُس سے شرعِ محمد ﷺ کی ایک نہایت

عظیم غایت پوری ہوتی ہے؛ یعنی اہلِ صراطِ مستقیم کو منسوخ شدہ شرائع کے پیروکاروں سے ہر لحظہ ممیز رکھنا؛ یوں کہ وہ اِس شاہراہ کے آس پاس نظر تک نہ آئیں (اور آئیں تو اپنا وہ راستہ چھوڑ کر آئیں)۔ چنانچہ اُن کی مخالفت کروادینے کی صورت میں اُن کی موافقت کا مادہ ہی ختم کر کے رکھ دینا شارع کا باقاعدہ مقصود نظر آتا ہے، کہ یہی طریقہ اِن دو راستوں کو خلط سے بچانے کے لیے کارگرترین ہے؛ وگرنہ آدمی ایک خطرناک لکیر کے آس پاس رہے تو پھر کسی وقت اندر جا سکتا ہے۔

۲۔ آیات سورۃ الرعد:

وَالَّذِيْنَ آتَيْنَاهمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّهَ وَلا أُشْرِك بِهِ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ وَكَذَلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْماً عَرَبِيّاً وَلَءِنِ اتَّبَعْتَ أَهوَاء هم بَعْدَ مَا جَاء ك مِنَ الْعِلْمِ مَا لَك مِنَ اللّهِ مِن وَلِيٍّ وَلاَ وَاقٍ. (الرعد:۳۶۔۳۷)

جنہیں ہم نے کتاب دی تھی، وہ تو اُس چیز سے جو تم پر اتاری جاتی ہے، بڑے خوش ہیں۔ اور گروہوں میں ایسے بھی ہیں جو اِس کے ایک حصے پر معترض ہیں۔ تم صاف کہہ دو: مجھے تو حکم ہے کہ عبادت کروں اللہ کی بغیر اس کا کوئی شریک کیے۔ پس میں تو اُسی کی طرف دعوت دوں گا اور اُسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ اِسی شان کے ساتھ ہم نے یہ فرمانِ عربی تم پر نازل فرمایا ہے، اب اگر اِس علم کے آجانے کے بعد بھی تم اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرتے ہو تو اللہ کے آگے نہ تمہارا کوئی حمایتی ہو گا اور نہ بچانے والا۔

یہاں أَهْوَاءَهُم میں ضمیر ___ اللہ اعلم ___ اس سے پہلے گزرنے والے لفظ وَمِنَ الأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ بَعْضَه کی طرف جاتی ہے۔ یعنی گروہوں میں سے ایسے جو شرعِ محمد

ﷺ کے ایک حصے پر معترض ہیں، خواہ وہ یہودی ہو خواہ عیسائی یا کوئی اور۔ یہاں؛ نہیں فرمایا کہ تم نے اُن کے پیچھے نہیں چلنا؛ بلکہ کہا کہ تم نے ان کی خواہشوں اور فرمائشوں کی ہی پیروی نہیں کرنی۔

۳۔ آیات سورۃ البقرۃ:

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ. (البقرۃ:۱۲۰)

اور ہر گز راضی نہ ہوں گے تم سے یہ یہود اور نہ یہ عیسائی یہاں تک کہ تم ان کی ملت ہی کی پیروی نہ کر لو۔ صاف کہہ دو: اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اگر تم نے ان کی اھواء کی پیروی کر لی بعد اس کے علم تمہارے پاس آچکا ہے تو اللہ کے آگے نہ تمہارا کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

یہاں دو چیزوں پر ذرا غور کرو:

- اُن کی بابت خبر دی تو بولا: مِلَّتَهُمْ ''اُن کی ملت''۔
- خود ممانعت فرمائی تو بولا: أَهْوَاءَهُم ''اُن کی اھواء''۔

- یعنی اُدھر وہ (اہل کتاب) لوگ راضی تب تک نہ ہوں گے جب تک تم (اُن کے پیچھے چلتے چلتے) اُن کی ملت ہی کے پیروکار نہ ہو جاؤ۔
- جبکہ اِدھر ممانعت ایسی کہ اُن کی اھواء کو ہی سرے سے گھاس نہیں ڈالنی۔ تھوڑا نہ زیادہ، اُن کی فرمائشوں پر چلنا ہی نہیں۔

اور یہ تو واضح ہے کہ اُن کے دین کا کوئی جزء جس کے وہ پیروکار ہیں اُس میں ان کی

متابعت کرنا اُن کی اھواء کے ایک حصے میں ان کی متابعت کرنے میں آتا ہے، یا اُن کی اھواء کی اتباع کے قائم مقام ہے۔

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُواْ قِبْلَتَكَ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَاً لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءهُمْ وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُواْ الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُواْ يَأْتِ بِكُمُ اللّهُ جَمِيْعاً إِنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلاَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُواْ مِنْهُمْ. (البقرۃ:۱۴۵۔۱۵۰)

اور اگر تم اِن کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے۔ اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہو، اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اب اگر تم ان کی خواہشات کے پیچھے چلے بعد اس کے کہ تمہیں علم مل چکا، تو تم ضرور ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اِس (نبی) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بے شک اُن میں ایک فریق جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے۔ اور ہر ملت کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے جدھر اُسے (عبادت کے لیے) رخ کرنا ہوتا ہے۔ پس تم نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جاؤ۔ جہاں بھی تم ہوگے اللہ تم سب کو جمع کر لے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور تو جہاں سے نکلے اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کر؛ بے شک وہ تیرے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ اور تو جہاں سے نکلے اپنا منہ مسجد حرام

کی طرف کر لیا کر۔ اور تم جہاں ہوا کرو اپنا منہ اسی کی طرف پھیر لیا کرو۔ تاکہ لوگ تم پر کوئی حجت نہ رکھیں، سوائے وہ جو ظالم ہیں۔

سلف کی ایک بڑی تعداد نے لِئَلاَّ یَکُونَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ ''تاکہ لوگ تم پر کوئی حجت نہ رکھیں'' کی تفسیر میں کہا ہے: تاکہ یہود تمہارے اوپر یہ حجت نہ رکھیں کہ دیکھا انہوں نے ہمارے ہی قبلے کی موافقت کی، اور پھر کہیں کہ قبلے میں یہ ہماری موافقت کی راہ پر ہیں تو ہمارے دین کے بھی موافق ہو ہی جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے قبلے میں اُن کی مخالفت کروا کر اُن کی اس حجت کو کاٹ کر پھینک دیا۔ کیونکہ ''حجت'' ہر اُس چیز کو کہیں گے جس سے ایک آدمی کی جیت ہو، خواہ یہ جیت حق میں ہو یا باطل میں۔ جبکہ إِلاَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُواْ مِنْھُمْ ''سوائے وہ جو ظالم ہیں'' کی تفسیر ''قریش'' سے کی۔ یعنی ہاں اب یہ ہیں جو کہیں گے کہ: ہمارے قبلے کی طرف تو لوٹ آئے، ہوتے ہوتے ہمارے دین کی طرف بھی لوٹ ہی آئیں گے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے ایک قبلہ کو منسوخ فرما کر مسلمانوں کو دوسری جانب قبلہ رخ کیا تو وہاں صرف حکم نہیں دیا، باقاعدہ حکمت بھی بیان فرمائی۔ کافروں کی مخالفت ہی نہیں کروائی بلکہ مقاصدِ شریعت کا ایک طویل بیان بھی عین وہیں پر عنایت فرمایا۔ جس کا لب لباب یہ کہ اہل باطل کی فرمائشیں جو وہ ملتِ اسلام سے کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے پندار کی تسکین پاتے ہیں، اس کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی جائے اور اِس امت کا مستقل بالذات ہونا اور اِس کی ملت کا ممیز، بے مثال اور ناقابل قیاس ہونا اظہر من الشمس بنا دیا جائے۔ تحویل قبلہ کے اِس موقع پر یہ جو ایک اصولی بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرائی گئی... ظاہر ہے یہ بات ہر موافقت اور ہر مخالفت کے معاملہ میں ہی پائی جائے گی۔ کیونکہ کسی بھی مسئلہ میں آپ کی جانب سے جب کافر کی موافقت اور پیروی ظاہر ہو گی تو صورتحال وہی یا اُس سے قریب ہو گی جو قبلہ کے معاملہ میں یہود کو اسلام پر ایک قسم کی حجت فراہم کر رہی تھی۔

٤۔ آیت سورۃ آل عمران:

وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُوْلَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ. (آل عمران:١٠٥)

اور نہ ہونا اُن لوگوں کی طرح کا جنھوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف میں پڑے، بعد اس کے کہ اُن کے پاس بینات آچکی تھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو بڑا عظیم عذاب ہونے والا ہے۔

یہ لوگ کون ہیں، جن کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ اُن کی طرح کا نہ ہونا؟ ظاہر ہے یہود اور نصاریٰ؛ جو ستر ستر فرقے ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے خاص تفرقہ اور اختلاف کے سلسلہ میں یہود و نصاریٰ کی متابعت سے منع فرمایا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ نے یہ پیشین گوئی بھی فرمادی تھی کہ خود آپ ﷺ کی امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔

لغت میں جب آپ کسی کو کہتے ہیں 'فلاں کی طرح کا مت ہو جانا' تو اس سے جو لفظی یا معنوی مفہوم نکلتا ہے اس سے اُس شخص کی مماثلت سے ایک عمومی نفی ثابت ہوتی ہے۔ آیت سے اگر یہ مفہوم نہ بھی لیا جائے تو یہ مفہوم تو بہر حال نکلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت بطورِ جنس اور ان کی مشابہت کو ترک کرنا بطورِ جنس ایک مشروع امر ہے۔

اور یہ اس چیز پر دلالت ہے کہ وہ چیزیں جو ہمیں بیان نہیں کر کے دی گئیں ان میں بھی آدمی جتنا اُن کی مشابہت سے دور رہے اتنا ہی اُس کا ممنوعہ مشابہت سے دور ہونا قوی تر ہو گا۔ اور یہ دین کی ایک جلیل القدر مصلحت ہے۔

اِسی اسلوب کی یہ آیات ہیں:

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو دی جانے والی ہدایات: فَاسْتَقِيمَا وَلاَ تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ

الَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْن (یونس:۸۹) ''پس حق پر قائم رہو اور ہر گز اُن لوگوں کی راہ نہ چلنا جو نادان ہیں''۔

نیز آیت: وَقَالَ مُوسَى لأَخِيْهِ هَارُونَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَأَصْلِحْ وَلاَ تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (الأعراف:۱۴۲) ''موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: قوم میں میرے جانشین ہو، اور اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کا راستہ نہ چلنا''

۵۔ آیت سورۃ النساء:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ (النساء:۱۱۵)

> جو شخص راہِ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی پیغمبر کا خلاف کرے اور مومنوں کی راہ کے ماسوا کے پیچھے چلے، تو ہم اُسے اُسی رخ پر چلا دیں گے جس رخ پر وہ چل گیا ہے اور اُس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

اوپر کی آیت میں غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ کا ذکر ہوا یعنی ''مومنوں کی راہ کے ماسوا راستہ''۔ اس میں وہ سب امتیازی طریقے، دستور، روایات اور اعمال (تمام امورِ تہذیب) آجاتے ہیں جو اہل ایمان کے ماسوا لوگوں کے ہیں (خواہ وہ مشرک قوموں کے امتیازی امور ہوں یا اہل کتاب قوموں کے)۔

غرض جس جس چیز پر وہ قومیں (امتیازی طور پر) چلی آتی ہیں وہ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہوا۔ بلکہ سبیل المفسدین ہوا۔ یا سبیل الذین لا یعلمون ہوا۔ آیت میں ان سب اشیاء سے ممانعت ثابت ہوگئی۔ کم از کم، ان کی یہ سب اشیاء بطور جنس وہ چیز ہوئیں جس سے مفارقت کرنا ہمارے حق میں مستحسن ہے۔

٦۔ سورۃ المائدۃ

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ. وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ؕ (المائدۃ:48،49)

اور اے نبیؐ ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے۔ پس نہ پیروی کرنا اُن کی خواہشوں کی اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے۔ تو بھلائیوں کی طرف سبقت کرو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ اور یہ کہ اللہ کے اتارے پر فیصلے کرنا اور ان کی خواہشوں پر نہ چلنا اور ان سے شدید ہوشیار رہنا کہ کہیں تمہیں اُس چیز کے کسی جزو سے بھی بھٹکا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف اتاری۔

اب اُن کے امتیازی طریقہ کی پیروی کرنا ”اُن کی خواہشات کی پیروی“ میں ہی آ جائے گا۔ یا ”اُن کی خواہشات کی پیروی“ کا مِظَنَّۃ (آماج گاہ) ہو گا۔ لہٰذا ان کے امتیازی طریقہ کی پیروی نہ کرنا اُن کی خواہشات کی پیروی کے مادہ کو ہی ختم کر کے رکھ دینا ہے۔

جان رکھو! قرآن میں جہاں کہیں کافر قوموں کے قصے سنائے گئے وہاں ہمیں باقاعدہ راہنمائی ہوئی ہے کہ ہم ان کے احوال سے سبق لیں، یعنی ان کی مشابہت سے دور رہیں اور

ایسی اشیاء سے دامن بچائیں جو ان قوموں کے امتیازی افعال مانے جاتے ہوں۔ چنانچہ اہل کتاب کا انجام دکھاتے ہوئے فرمایا: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (الحشر:2) ”پس سبق لو اے نگاہ والو“۔ اسی طرح قریش کو برادرانِ یوسف کا قصہ سنا کر کہا گیا: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (یوسف:111) ”یقیناً ان کے قصے میں ہوش والوں کے لیے بڑی پتے کی بات ہے“۔ غرض اسی طرح کی دیگر مثالیں۔

ان میں سے کچھ مقامات ایسے ہیں جو ہمارے مقصود پر براہ راست دلالت کرتے ہیں۔ جبکہ بعض مقامات سے ہمارے مقصود کی جانب اشارہ ہوتا ہے، یا وہ اس کا تتمہ و تکملہ ٹھہرتے ہیں۔ (کتاب کے صفحات 85 تا 90)

۷۔ آیت سورۃ التوبۃ:

كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (التوبۃ:69)

تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ وہی ہیں جو تمہارے پیش روؤں کے تھے وہ تم سے زیادہ زور آور اور تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والے تھے پھر انہوں نے دنیا میں اپنے حصہ کے مزے لوٹ لیے اور تم نے بھی اپنے حصے کے مزے اسی طرح لوٹے جیسے انہوں نے لوٹے تھے، اور ویسی ہی بحثوں میں تم بھی پڑے جیسی بحثوں میں وہ پڑے تھے، سو ان کا انجام یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت میں ان کا سب کیا دھرا ضائع ہو گیا اور وہی خسارے میں ہیں۔ (ترجمہ مودودی)

(سورۃ التوبۃ کے اِس پورے رکوع کے تحت ابن تیمیہ نے یہاں بہت لمبا کلام کیا ہے۔ تقریباً 60 صفحے۔ ہم اس کا صرف ایک نکتہ جو درج بالا آیت کے تحت بیان ہوا، یہاں اختصار کریں گے):

سیاقِ کلام سے واضح ہے، آیت کا مخاطب اِس امت کے منافقین ہیں جو زبان سے اسلام کے دعویدار ہوئے۔ مگر ان کے رنگ ڈھنگ پہلی امتوں کے ان لوگوں والے ہیں جن کے اعمال خدا کے ہاں رد ہو جانے والے ٹھہرے اور وہ اِس دنیا سے نامراد گئے۔

چنانچہ پچھلی قوموں کے نامراد لوگوں کے ساتھ اِن کی مشابہت ذکر ہونا اِن کی مذمت کا ایک بیان ہوا۔

اِس امت کے منافقین کی پچھلی قوموں کے نامراد لوگوں کے ساتھ مماثلت، آیت میں آگے چل کر، دو باتوں میں سمٹ آئی:

۱) فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم[1] بِخَلَاقِهِمْ ”تم نے بھی اپنے حصے کے مزے اسی طرح لوٹے جیسے انہوں نے لوٹے تھے،

۲) وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ”اور ویسی ہی بحثوں میں تم بھی پڑے جیسی بحثوں میں وہ پڑے تھے“۔

- چنانچہ اول الذکر: (دنیا کے مزے لوٹنا): فسق وفجور کے اعمال ہوئے، اور
- ثانی الذکر: (بحث و آراء میں پڑنا): گمراہ عقائد، فلسفیانہ موشگافیاں، کلامی جدل اور بدعات۔

---

1 ”تم سے پہلوں نے“۔ ظاہر ہے یہاں مراد گزشتہ امتوں کے الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مقصود نہیں، جو اپنے اپنے دور میں گزر چکے۔ البتہ اب دوسری امتوں کے جو لوگ رہ گئے وہ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو ہو نہیں سکتے تاوقتیکہ اپنے وقت کے نبی (محمد ﷺ) پر ایمان نہ لے آئیں۔ ان کی بابت واحد احتمال اب یہ رہ گیا کہ یا یہ لوگ (آیت میں مذکور) اعمالِ فسق و فجور پر ہوں یا عقائدِ باطلہ پر، یا ہر دو پر۔ لہٰذا ان کی مشابہت میں ہلاکت کے گڑھے ہی گڑھے ہیں۔

ثانی الذکر: باطل شبہات۔ اور ثانی الذکر: باطل شبہات۔

اول الذکر: گناہگاری اور حرام طرب وعیش کی زندگی۔ جبکہ ثانی الذکر: گمراہ افکار اور منحرف عقائد و نظریات۔

(چنانچہ باطل ملتوں کے ’گناہگار‘ پہلی صنف بنیں گے اور اُن کے ’دیندار‘ دوسری صنف۔ ہر دو صورت: گمراہ ونامراد)۔

مزید برآں، کتاب اللہ کی یہ جو دلالت معلوم ہوئی: یعنی اِس امت کے بعض لوگوں کا گزری ہوئی قوموں کے ساتھ دین ودنیا کے معاملات میں ایک مشابہت اختیار کرنا اور ایسے لوگوں کا قابل مذمت ہونا... سنت کے اندر بھی اس پر دلالت پائی جاتی ہے (جس کی کچھ مثالیں پیچھے بیان ہو چکیں، کچھ ابھی ہوں گی)۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی سورۃ التوبۃ کی اِس آیت کی تفسیر اِسی انداز پر ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر:

1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی: لتأخذن كما أخذت الأممُ من قبلكم: ذراعًا بذراع، وشبرًا بشبر، وباعاً بباع، حتى لو أن أحدًا من أولئك دخل جحرَ ضبٍ لدخلتموه. ”تم ضرور بضرور اپنے سے پہلی امتوں تم ضرور بضرور اپنے سے پہلی امتوں کی روش چلو گے، ہوبہو، بالشت ببالشت، گز بگز۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی سانڈے کے بل میں گھسا ہو گا تو تم بھی گھسو گے“۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ بولے: چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ آخر تک۔ (پھر ابوہریرہؓ نے روایتِ حدیث جاری رکھتے ہوئے کہا): صحابہؓ نے عرض: اے اللہ کے رسول! کیا وہ روش جو فارس، روم اور اہل کتاب کی رہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا

لوگ ان کے سوا کوئی اور بھی ہیں؟[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے[3]، اِس آیت سے متعلق، کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج کی رات گزشتہ رات سے کتنی مشابہ ہے۔ یہ رہے بنی اسرائیل، ہماری مشابہت انہی سے ہوئی۔[4]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: تم بنی اسرائیل کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والی امت ہو، صورت میں بھی اور سیرت میں بھی۔ ہو بہو اُن جیسی حرکتیں کرتے ہو، بس یہ میں نہیں جانتا کہ تم بچھڑا پوجے گے یا نہیں۔[5]

---

2 اس روایت کے تحت اقتضاء الصراط المستقیم کے محقق شیخ ناصر العقل لکھتے ہیں:

"اس حدیث کے شواہد صحیحین، سنن اور مسانید کی کتب میں موجود ہیں، جن میں سے چند مؤلف (ابن تیمیہ) نے بھی اِس کتاب میں ذکر کیے ہیں۔ اس کے بعض طرق میں نے ذکر کیے ہیں۔

جہاں تک پوری حدیث کا تعلق ہے ان الفاظ کے ساتھ، تو حافظ ابن کثیر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ۔ اور پھر کہا: اس حدیث کے لیے شاہد صحیح حدیث میں موجود ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج2 ص368۔ نیز دیکھئے تفسیر ابن جریر ج10 ص121۔ (دیکھئے تحقیق ناصر العقل1102)

3 شیخ ناصر العقل: ابن عباسؓ کی یہ روایت تفسیر ابن جریر میں ج10 ص121، 122 پر۔

4 بنی اسرائیل سے مشابہ ہونا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک مذموم نہ ہوتا تو آپؓ یہ مشابہت سورۃ التوبۃ کی اِس آیت کے تحت ذکر نہ فرماتے۔فتدبر۔

5 دیکھئے سورۃ التوبۃ کی اِسی آیت کے تحت تفسیر بغوی۔ نیز یہی قول حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے: مصنف ابن ابی شیبۃ رقم 37387۔

(جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ 'منافقین' کا پایا جانا صرف دورِ رسالت کا ایک واقعہ ہے، مسلم معاشرے کا یہ کوئی مستقل کردار نہیں، تو اس پر دیکھیے) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان: "تمہارے آج کے منافق ان منافقوں سے زیادہ برے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے"۔ ہم نے عرض کیا: کیسے؟ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ اپنے نفاق کو چھپاتے تھے۔ یہ سرعام کرتے ہیں"۔ [6]

(کتاب کے صفحات 91 تا 149) [7]

---

6 قولِ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے: دیکھیے مصنف ابن ابی شیبۃ رقم 37396، نیز سورۃ التوبۃ کی اِسی آیت کے تحت تفسیر ثعلبی۔

7 سورۃ التوبۃ کی ان آیات میں مسلم معاشرے کے اندر منافقین اور مومنین کا کردار آمنے سامنے کے دو صفحات کے طور بیان ہوا ہے۔ خصوصاً امر بالمعروف، نہی عن المنکر، صلاۃ، اور زکوٰۃ ایسے چار عظیم امور کے حوالے سے۔ یہاں امام ابن تیمیہؒ ان چار اشیاء کا ایک توسیعی مفہومات بیان کرتے ہیں۔ ابن عثیمینؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم کی اپنی تلخیص میں ان کو خصوصی اہمیت دی ہے:

المعروف: ایک جامع لفظ جس کے تحت خدا کے پسندیدہ تمام امور آجاتے ہیں۔ ایمان و عمل صالح سب کچھ اس کے نیچے درج ہے۔

المنکر: ایک جامع لفظ جس کے تحت خدا کے ناپسندیدہ اور منع کردہ تمام امور آجاتے ہیں۔

الزکاۃ: اگرچہ حقیقتِ عرفی کے اعتبار سے یہ لفظ فرض زکاۃ پر لاگو ہوتا ہے۔ مگر (ایک جامع مفہوم میں) مخلوق کو پہنچائے جانے والے ہر بدنی ومالی نفع پر صادق آتا ہے۔

الصلاۃ: اس میں فرض نماز بھی آتی ہے اور نفل بھی۔ کسی وقت اس میں ہر وہ چیز آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد ہو۔ اس بنیاد پر کہ یہ صلۃ سے مشتق ہو۔ یعنی ہر وہ چیز جو آدمی کو خدا سے جوڑے۔

(امام ابن تیمیہؒ نے بہت سی دیگر آیات سے بھی استدلال کیا ہے مگر ہم فی الحال اِنہی قرآنی نصوص پر اکتفا کریں گے)۔

خلاصہ یہ کہ:

شریعت کا یہ مقصود کہ اہل کفر خصوصاً اہل کتاب کی عمومی امور میں مخالفت ہمارے حق میں باعثِ صلاح ہے، تو یہ سبھی آیات یہ دلالت دینے میں نہایت واضح اور صریح ہیں۔ رہ گیا اُن کی مخالفت کرنے کا وجوب، تو اِس پر کچھ آیات کی دلالت ہو گی تو کچھ کی نہیں ہو گی۔ ہم نے اِن آیات سے جو بات ثابت کی ہے وہ یہ کہ اہل کتاب کی مخالفت بالجملہ مشروع ہے، اور یہی بات واضح کرنا یہاں پر مقصد ہے۔

ہاں یہ بات کہ کہاں دلالت وجوب کا فائدہ دیتی ہے اور کہاں غیر وجوب (صرف مستحب یا مستحسن ہونے) کا، تو وہ یہاں ہمارا موضوع نہیں۔ ہمیں اِس باب میں دین کا ایک عمومی مقصود واضح کرنا تھا، اور وہ ہم نے کر دیا۔ یہاں ہمارے پیش نظر اِس باب میں آنے والے تمام مسائل کا احاطہ کرنا نہیں، ہاں ہم یہ مسئلہ آگے چل کر بیان کریں گے کہ اُن کی عیدوں اور تہواروں میں اُن کی مشابہت اختیار کرنا حرام امور میں آتا ہے۔ اور اس ایک مسئلہ کی تفصیل میں جانے سے پہلے ضروری سمجھا گیا کہ وہ قاعدہ کلیہ بھی بیان کر دیں، اور جو کہ نہایت عظیم فائدہ کا حامل ہے۔

(کتاب کا صفحہ 91)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے: تم نماز ہی میں ہو تاوقتیکہ تم خدا کو یاد کر رہے ہو۔

(مختارات من اقتضاء الصراط المستقیم، از ابن عثیمین۔ ص16-17)